سلسلۂ مواعظ ۲

حقوق العباد کی اہمیت

از

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری الہ آبادی

ضبط وترتیب

سید محمد ضیاء الدین مظاہری الہ آبادی

ناشر

مکتبہ الاشرف

دار العلوم مرکز اسلامی ۴/اے-۵۴۸ راجہ پور الہ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ مواعظ ۲

حقوق العباد
کی اہمیت

از

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری الہ آبادی

ضبط و ترتیب

سید محمد ضیاء الدین مظاہری الہ آبادی

ناشر

مکتبہ الاشرف

دار العلوم مرکز اسلامی راجہ پور الہ آباد

یہ وعظ بہ سلسلہ درس قرآن زیر اہتمام الحاج کرنل سید الطاف علی صاحب ۹؍ ذوقعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۴؍ فروری ۲۰۰۱ء بروز اتوار صبح کے وقت عالیجناب الحاج سید فرحت علی صاحب (سابق کمشنر) کے مکان واقع ۳۲ سروجنی نائیڈو مارگ، سول لائن الہ آباد میں ہوا۔ جس میں جدید تعلیمیافتہ طبقہ، دانشوروں اور معززین و عمائدین شہر کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔

عزیزم مولوی حافظ سید محمد ضیاء الدین مظاہری سلمہ نے کیسٹ سے نقل کر کے اس کو مرتب کیا، آیات واحادیث کی تخریج کی اور سرخیاں قائم کیں۔

نام کتاب : حقوق العباد کی اہمیت
نام مرتب: سید محمد ضیاء الدین مظاہری
ناشر : مکتبہ الاشرف متصل دار العلوم مرکز اسلامی راجہ پور الہ آباد
بار اول : جون ۲۰۰۴ء
تعداد : ایک ہزار
کتابت : سید محمد عماد الدین مظاہری واخوانہ، الاشرف کمپیوٹر سینٹر راجہ پور الہ آباد
قیمت :

فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات	۵
۲	حقوق العباد اسلام کا ۷۵ فیصد حصہ ہے	۸
۳	معاشرت اور معاملات کے احکام سے بے رخی..	۹
۴	حقوق العباد کی مختصر فہرست	۱۰
۵	امتیوں کا اپنے پیغمبر کے ساتھ تعلق	۱۰
۶	واقعہ	۱۲
۷	واقعہ	۱۴
۸	بغیر ٹکٹ سفر کرنا گناہ ہے	۱۵
۹	پڑوسی کے حقوق اور مراتب	۱۶
۱۰	اللہ تعالی میانہ روی کا حکم دیتے ہیں	۱۷
۱۱	کائنات جسمانی کی طرح عقائد واعمال.... میں اعتدال ضروری	۱۸
۱۲	منجانب رسول ایک فیضان عظیم	۱۹
۱۳	... تو زمین کانپ جاتی ہے	۱۹
۱۴	عذاب کو روکنے والی حقیقی چیز	۲۰
۱۵	توبہ نام ہے برائیوں سے باز آجانے اور رجوع الی اللہ کا	۲۱
۱۶	اعتدال کسے کہتے ہیں؟	۲۳
۱۷	عدل اور حسن سلوک	۲۵

۱۸	اللہ تعالیٰ حسن سلوک کرنے کا حکم فرماتے ہیں	۲۵
۱۹	حسن کی دو قسمیں	۲۶
۲۰	... تو باطن اس کا روشن ہو جائے گا	۲۷
۲۱	اسلام میں عمدہ کھانا اور عمدہ پہننا منع نہیں	۲۸
۲۲	دوسروں کے ساتھ حسین طور پر پیش آؤ	۲۹
۲۳	رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک	۳۰
۲۴	اسلام میں حقوق خاص نہیں عام ہیں	۳۱
۲۵	یتیم کس کو کہتے ہیں؟	۳۲
۲۶	بدترین شخص	۳۳
۲۷	پڑوسی کی تین قسمیں	۳۴
۲۸	اپنے ساتھی کو اذیت دینا گناہ ہے	۳۶
۲۹	حقوق العباد کی اعلیٰ تعلیم کی ایک اعلیٰ نظیر	۳۷

الاشرف کمپیوٹر سینٹر

عربی، فارسی، اردو، ہندی، انگریزی کی کمپوزنگ اور کمپیوٹر کی
تعلیم کا ایک قابل اعتماد مرکز
مدارس کے طلبہ کے لئے اردو، عربی سافٹ ویئر
کی تعلیم کا ایک سنہرا موقع

دار العلوم مرکز اسلامی ۴/اے۔۵۴۸ راجہ پور الہ آباد

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذبا لله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و من يهده الله فلا مضل له . ومن يضلله فلا ها دى له و اشهد ان لا اله الا لله وحده لا شريك له و اشهد ان سيدنا و نبينا و شفيعنا و كريمنا و مو لانا محمداً صلى الله عليه وعلى آله و اصحابه و ازواجه و ذريته اجمعين . وبارك وسلم تسليماً كثيرا كثيرا.

اما بعد ! فاعوذ با لله من الشيطان الرجيم بسم الله الر حمن الرحيم ان الله يامر با لعدل و الاحسان و ايتاء ذى القربى و ينهى عن الفحشاء و المنكر والبغى يعظكم لعلكم تذكرون . صدق الله العلى العظيم و بلغ رسوله النبى الكريم و نحن على ذالك من الشا هدين و الشاكرين والحمد لله رب العٰلمين .

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات

محترم حضرات ! اس وقت میں نے قر آن مجید کی ایک ایسی آیت تلاوت کی ہے جو آپ ہر جمعہ کو جمعہ کے خطیب سے سنتے ہیں، یہ آیت حضرت عمر بن عبد العزیز جو پانچویں خلیفہ راشد کہلاتے ہیں انھوں نے اپنے زمانے میں جمعہ کے دوسرے خطبہ میں پڑھنا شروع کیا اور اسی وقت سے سلف کا یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں یہ آیت پڑھی جاتی ہے۔ جو موضوع آج آپ کے سامنے عرض کرنا ہے یہ آیت اس موضوع پر نہایت حاوی اور جامع ہے اسلئے میں نے سوچا کہ اس آیت کو پیش نظر رکھ کر آپ کے سامنے کچھ عرض کیا جائے۔

اسلام میں جو احکام آئے ہیں اس کی ہم دو قسمیں کرسکتے ہیں، ایک قسم تو یہ۔ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان جو رشتہ ہے اس کے تعلق سے، عبد اور معبود کے درمیان جو تعلق ہے اس کے حوالہ سے، رب اور مربوب کے حوالہ سے، اللہ تعالیٰ کے حقوق ہم بندوں پر کیا ہیں؟ اس کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم ان احکام کی ہے کہ خود بندوں کا آپس میں جو تعلق ہے اس کے لحاظ سے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں؟ اس کو حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ آپ حضرات تو سب اہل علم اور صاحب مطالعہ ہیں اسلئے میں آپ کے ذہن کو اس طرف متوجہ کرنا چاہوں گا کہ آپ حدیث شریف کی کوئی کتاب اور اسکی فہرست ملاحظہ فرمالیجئے۔ فقہ کی کوئی کتاب اٹھالیجئے، مکمل، ایک جلد نہیں اور اس کی فہرست دیکھ ڈالئے مولانا تشریف رکھتے ہیں اور بھی اصحاب علم ہیں، آپ یہ پائیے گا۔۔ کم وبیش انیس بیس کا فرق ہو جائے الگ بات ہے ۔۔ کہ ۱/۴ حصہ حقوق اللہ سے متعلق مضامین ہیں۔ اور لگ بھگ کم وبیش ۳/۴ حصہ حقوق العباد سے متعلق ہیں۔ آپ دیکھ ڈالئے۔ تو اگر میں اسی کو اس طرح تعبیر کروں کہ اسلام میں جو احکام و قوانین و تعلیمات بیان کئے گئے ہیں اس کا تین چوتھائی حصہ حقوق العباد سے متعلق ہیں کہ بندے بندے کے ساتھ کس طرح رہیں، اور ۱/۴ حصہ حقوق اللہ سے متعلق ہیں کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہو، باقی ۳/۴ حصہ یہ ہے کہ بندے آپس میں کس طرح رہیں؟ لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے اور یہ بدقسمتی ہم نے خود اوڑھی ہے، یہ آسمان سے زبردستی ہمارے اوپر نہیں مسلط کی گئی ہے کہ ہم نے حقوق اللہ میں بھی صرف چند چیزوں کو دین سمجھا اور بہت سی چیزوں کو دین سے خارج کردیا۔ اور جہاں تک حقوق العباد کا معاملہ ہے تو اس میں تو ہم نے سبھی کو دین سے خارج سمجھا ہے، دین کا حصہ اس کو سمجھتے ہی نہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دین بھی ایسا ہی ہے یہ امت بھی ایسی ہی ہے یہ قوم بھی ایسی ہی ہے جس طرح دنیا کے دوسرے ادیان و مذاہب ہیں جس طرح دوسرے اقوام، امم و ملل ہیں، اسی

طرح یہ بھی ہے، کچھ انھوں نے رسم ورواج ادا کرلئے کچھ پوجاپاٹ کرلئے، کچھ اوقات میں دھیان و گیان کرلیا اور وہ پکے دیندار، متدین اور اپنے اپنے مذہب اور دیانت کے لحاظ سے پورے طور پر پرہیزگار اور متقی اور اللہ کے ولی اور جو کچھ بھی کہا جاسکے ہوگئے، ایسا نہیں ہے، یہاں معاملہ ایسا نہیں ہے، یہاں تو دین اسلام نے صبح سے لیکر شام تک اور پیدائش سے لیکر موت تک جتنے بھی حالات سے ہمیں سابقہ ہے ان تمام حالات کے سلسلہ میں واضح رہنمائی اور ہدایات عطا فرمائی ہیں، ہم آزاد نہیں ہیں، رہنمائی موجود ہے، بلکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ آزاد نہیں ہیں اسلئے کہ اس کا مطلب یہ ہوجائیگا کہ ہم پابند ہیں اور پابندی لوگوں کو کھلتی ہے، حالانکہ پابندی اچھی چیز ہے، بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ ہم کو ایسے ہی کھلے جنگل میں اور اندھیرے میں نہیں چھوڑدیا گیا کہ جو چاہیں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں اندھیرے کے اندر، بلکہ ہمارے لئے ہر ہر موڑ پر ہدایت کی پلیٹیں لگی ہوئی ہیں۔ کسی مہذب شہر میں آپ جائیں تو جگہ جگہ پر، چوراہوں پر، تختیاں لگی رہتی ہیں، بورڈ لگے رہتے ہیں جن میں ہدایات لکھی رہتی ہیں، پبلک مقامات پر ہدایات لکھی رہتی ہیں تو آدمی کہتا ہے کہ بھائی یہ بڑا مہذب شہر ہے، یہ بڑا مہذب ملک ہے، یہاں پر دیکھئے آدمی کہیں راستہ نہیں بھٹک سکتا، کہیں پر یہ نہیں پوچھنا پڑے گا کہ پانی کہاں سے لیں، ہر جگہ ہدایات لکھی ہوتی ہیں، تو ٹھیک اسی طرح نہیں بلکہ یہ تو تقریب فہم کے لئے ایک مثال تھی اس سے کئی گنا زیادہ بلکہ اتنا زیادہ کہ جو ضرورت کیلئے بالکل کافی اور وافی ہے، زندگی کے ہر موڑ پر، ہر نشیب و فراز پر، ہر ہر موڑ پر اسلام کی رہنمائی موجود ہے، آپ تعجب کریں گے کہ اس حد تک اسلام میں رہنمائی موجود ہے کہ آپ بیوی کے ساتھ مذاق کس طرح کریں، اب اور کیا چاہتے ہیں آپ؟ اس حد تک تو رہنمائی موجود ہے اسلام کے اندر۔

تو پہلی بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ہم ایک اتنی بڑی غلطی میں مبتلا ہیں کہ اس غلطی نے ہمکو تباہی کے کگار پر لگادیا ہے، اور وہ غلطی کیا ہے؟ یہ ہے کہ ہم

نے دین کے ۳/۴ حصہ کو یعنی تقریباً پچھتر فیصد حصہ کو دین سے خارج سمجھ لیا ہے ا۔یہ بات بھی...... کے لحاظ سے بلکہ ہم میں سے بیشتر لوگ ایسے ہیں جو نظریاتی لحاظ سے اس کو دین سے خارج سمجھتے ہیں۔ آج تک ہم سے کوئی نکاح کا مسئلہ پوچھنے نہیں آیا، نکاح کا مسئلہ یہ نہیں کہ نکاح کہاں ہو پائیگا اور کہاں نہیں؟ بلکہ یہ آج تک کوئی پوچھنے نہیں آیا کہ نکاح کی تقریب ہم کس طرح منائیں؟ مولانا بھی تشریف رکھتے ہیں پوچھئے کوئی آیا یہ پوچھنے کہ نکاح کی تقریب ہم کس طرح منائیں؟ جب طلاق کا مسئلہ پھنس جاتا ہے وہ بھی صحیح بات اور ایمانداری کی بات یہ ہے کہ چونکہ برادری کا خوف ہے، پاس پڑوس والوں کا ڈر ہے اور گاؤں والوں کی طرف سے اندیشہ ہے تو اس کا مسئلہ آکر پوچھ لیتے ہیں کہ کہیں کل لوگ شور نہ مچائیں کہ ۳ نہیں ۳۰ طلاق دیکر بیوی کو رکھے ہوئے ہے۔ اگر یہ خوف نہ ہو تو وہ بھی پوچھنے نہ آئیں۔ چنانچہ جہاں موقع پاتے ہیں وہاں پر تین پانچ کر کے پوچھتے ہیں اس واسطے طلاق کا مسئلہ جب بھی کوئی زبانی پوچھنے آتا ہے تو میں نہیں بتاتا کہ پتہ نہیں اس نے کہا کیا پوچھ کیا رہا ہے، تو میں جواب جو کچھ دونگا جا کر ہمیں کو بدنام کریگا کہ مولانا صاحب سے پوچھ کر آرہے ہیں انھوں نے کہا کہ طلاق نہیں ہوئی۔

حقوق العباد دین اسلام کا ۷۵ فیصد حصہ ہے

یہ گذارشات میری اس بات پر ہیں کہ حقوق العباد جس کو ہم نے اتنا ہلکا پھلکا سمجھ لیا ہے یہ اسلام کا تقریباً پچھتر فیصد حصہ ہے، جس کی طرف سے غفلت اللہ تعالی کو ایک منٹ کیلئے برداشت نہیں ہے، آپ قرآن مجید کا مطالعہ کیجئے، اٹھا لیجئے تفسیر کی کتابیں تو آپ کو نظر آیگا کہ نماز،، زکوۃ، حج اور روزہ سے متعلق آیتیں سب ایک طرف کر لیجئے اور پھر اس کے بعد نکاح، طلاق، وصیت، قصاص، دیت، چوری، زنا، حجاب پردہ وغیرہ وغیرہ سے متعلق جو آتیں ہیں ان کو

ایک طرف کر لیجئے ـــــ آپ کو صرف ایک موٹی بات بتلاتا ہوں ـــ ان آیتوں کو ایک طرف کر لیجئے اور اسی وقت آپ ذہن میں اور جو لوگ مطالعہ کئے ہوئے ہیں اور آپ لوگ تو ماشاء اللہ سب اہل علم و فضل ہیں ذرا ذہن کے اسکرین پر دباؤ ڈالکر دیکھ لیں کتنا آپ کو فرق معلوم ہوگا کہ یہ عبادات سے متعلق آیتیں، اور حقوق العباد ـــــ جو میں نے دوسری فہرست گنائی ہے یہ حقوق العباد کی فہرست ہے ـــــ ان سے متعلق جو آیتیں ہیں ان کی تعداد کا اندازہ کر کے بتایئے کہ کون سی آیتیں زیادہ ہیں، اور اس کے لئے آپ کو پھر ایک بار مطالعہ کرنا پڑیگا کہ دیکھئے کہ لب ولہجہ دونوں کا کیسا ہے؟ جو عبادات سے متعلق آیتیں ہیں ان کا لب ولہجہ کیسا ہے اور جو حقوق العباد سے متعلق آتیں ہیں ان کا لب ولہجہ کیسا ہے؟ اس سے اندازہ ہو جائیگا کہ جس روز نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ اعلان کرایا گیا تھا "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم لاسلام دیناً" (سورہ مائدہ آیت ۳) تو اس روز در حقیقت یہ اعلان کرایا گیا تھا کہ آج ہم نے زندگی گزارنے کا نظام عطا کیا ہے، صرف عبادت کرنے کا نظام نہیں، صرف نماز پڑھنے کی ترکیب نہیں، قرآن مجید کوئی صرف نماز کی ترکیب کی کتاب نہیں ہے، احادیث شریفہ اور سنت نبویہ کے ذخیرے یہ صرف مناسک حج کی کتاب نہیں ہیں، بلکہ نماز کی ترکیب اور حج کے مناسک اس عظیم کتاب کے ایک چوتھائی حصہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک چوتھائی حصہ ہیں۔ باقی پچھتر فیصد حصہ کو اس طرح اپنی غفلت شعاری کا شکار کر دینے کا ہمیں کہاں سے جواز حاصل ہو گیا؟

معاشرت اور معاملات کے احکام سے بے رخی کا انجام

ہم سب بڑی بھول میں ہیں، بہت بڑی چوک میں ہیں، ہم نے معاشرت کو اور معاملات کے احکام کو دین سے اس قدر دور اور دین سے اس قدر علحدہ سمجھا کہ کبھی اس کی ضرورت نہیں محسوس کی کہ اس سلسلہ میں ہم خدا اور رسول

کی تعلیمات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ کیا تعلیمات ہیں اس سلسلہ میں اور اس کا جو سب سے بڑا نقصان ہوا وہ یہ ہوا کہ جب ہم اپنی تہذیب سے ہٹے (اسی کا نام تہذیب ہے نا) کہ کس طرح ہم آپس میں زندگی گزار رہے ہیں، ہمارے زندگی گذارنے کا طریقہ کیا ہے تو اس کا (جو ہم پچھتر فیصد سے ہٹے ہیں اور اس سے غفلت شعاری برتی ہے) بڑا اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ مغربیت کی تہذیب نے ہمارے اوپر تسلط جمالیا اور اب مغربیت کا رونا نہیں ہے بلکہ وطنیت کی تہذیب نے، صنمیت کی تہذیب، بت پرستی کی تہذیب ہمارے اوپر مسلط ہوا چاہتی ہے، بلکہ ہوتی جارہی ہے، یہ آفت اور بلا جو ہمارے اوپر آرہی ہے یہ اس وجہ سے آرہی ہے کہ ہم نے دین کے پچھتر فیصد حصہ سے غفلت برتی ہے۔ اور وہ چیز ہے حقوق العباد۔ یہ معمولی چیز نہیں ہے کہ ہم نے آج ایک لکچر سن لیا تو بات بن جائیگی۔

حقوق العباد کی مختصر فہرست

اور اس کی وسعت کا حال سنئے، اس کی وسعت کا حال یہ ہے کہ اس جیسے دسیوں جلسے چاہئیں تب بیان ہوسکے، اسلئے میں آپ کو حقوق العباد کی فہرست سنائے دیتا ہوں۔ اس فہرست میں بھی سارے مضامین نہیں آئیں گے، موٹے موٹے مضامین کی فہرست سن لیجئے۔

امتیوں کا اپنے پیغمبر کے ساتھ تعلق

امتیوں کا اپنے پیغمبر کے ساتھ تعلق، اس نسبت سے حقوق ہیں کہ نہیں، پیغمبر ﷺ اللہ کے بندے ہیں نا؟ آپ کیا پڑھتے ہیں ''اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده ورسوله'' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو امت کا پیغمبر کے ساتھ جو تعلق ہیں اس کے حوالہ سے حقوق ہیں نا نبی کریم ﷺ کے ہمارے اوپر۔ —— اس کو تو خیر دین کا

جز سمجھ لیا جاتا ہے، ابھی اتنے گئے گذرے نہیں ہے، شرابی، کبابی ہے وہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق رکھنا ہمارا ایک دینی فریضہ ہے —— آگے بڑھیئے، والدین کے ساتھ تعلق کی نسبت سے، اولاد کا حق والدین پر کیا ہیں؟ والدین کا حق اولاد پر کیا ہے؟ بیوی کا حق شوہر پر کیا ہیں؟ شوہر کا حق بیوی پر کیا ہے؟ پھر ایک پڑوسی کا حق دوسرے پڑوسی پر کیا ہے؟ پھر صحت مند کا حق مریض پر کیا ہے؟ مریض کا حق صحت مند پر کیا ہے؟ استاد کا حق شاگرد پر کیا ہے؟ شاگرد کا حق استاد پر کیا ہے؟ حاکم کا حق محکوم پر کیا ہے؟ محکوم کا حق حاکم پر کیا ہے؟ یہ تو ہم مثالوں پر چل رہے ہیں۔ دین اسلام مکمل نظام حیات ہے۔ انسان اکیلے تو رہتا نہیں، جانور بھی ہیں، اور جانور دو قسم کے ہیں، ایک پالتو اور دوسرا غیر پالتو، —— جس کو نہیں پالتے —— جو پالتے ہیں اس کا حق ہمارے اوپر کیا ہے؟ —— اور وہ ہمارا حق کیا ادا کریگا، بے چارے وہ غیر مکلّف ہیں، مکلّف نہیں ہیں —— اور کیا آپ نے یہ سوچ لیا ہے کہ اس سلسلہ میں ہم سے کوئی بات پرس نہ ہو گی؟ ہم سے پوچھا نہیں جائیگا؟ یہی تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہی سمجھ کر تو ہم نے بڑا غضب ڈھایا، بالکل باز پرس ہو گی اور بالکل ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائیگا، اچھا تو جب پوچھا جائیگا تو اگر میں اسی وقت صرف امت کے اوپر جو نبی کریم ﷺ کا حق ہے اس کو بیان کرنے لگوں تو ایک گھنٹہ سے زیادہ چاہئے، والدین کے حقوق جو اولاد پر ہیں اس کو بیان کرنے لگوں تو بھی کم از کم ایک گھنٹہ چاہئے۔ اور پھر اولاد کے حقوق جو والدین پر ہیں۔ والدین اپنے حقوق یاد رکھتے ہیں لیکن جو اولاد کے حقوق ہیں اس کو نہیں یاد رکھتے۔ بوڑھے لوگ بہت چالاک ہوتے ہیں، تجربہ کار ہوتے ہیں نا، —— معاف کیجئے گا ذرا زبان درازی کر جاتا ہوں لیکن کیا بتاؤں آپ نے اس کرسی پر بیٹھا دیا تو زبان میری بھی چل جاتی ہے، ارے میرے بھی دھیرے دھیرے بال سفید ہونے لگے ہیں دو چار سال میں بوڑھاپے میں پہنچ جائیں گے اسلئے زیادہ نا گوار نہ لگے —— لیکن یہ کہ اپنا

حق تو خوب یاد ہے والدین کو، اولاد کے حقوق بھی والدین پر ہیں اس کے لئے بھی کچھ وقت چاہئے، شوہر کے حقوق بیوی پر کیا ہیں؟ اس کے بیان کرنے کیلئے وقت چاہئے بیوی کے حقوق شوہر پر کیا ہیں اس کے بھی بیان کرنے کے لئے وقت چاہئے، غرض یہ کہ یہ حقوق العباد جن کے بہت سے ضمنی عنوانات قائم ہوتے جارہے ہیں ان میں ہر ایک، ایک ایک گھنٹہ چاہتا ہے کم سے کم۔ اب آپ ہم سے مطالبہ کریں جیسا کہ...... نے فرمایا کہ مختصر الفاظ میں ساری بات بیان کر دیں تو تراویح تو ہو سکتی ہے اور وہ بھی یعلمون تعلمون والی تراویح ہو گی کہ مقتدیوں کو کچھ سمجھ میں نہ آئیگا کہ کون سا پارہ چل رہا ہے وہ تو سورہ یاسین آئے تو شاید کسی کے سمجھ میں آجائے، باقی یہ ہے کہ نماز تو نہ ہو پائیگی۔

تو اس وقت میں یہ سمجھتا ہوں کہ ظاہر ہے وقت کم ہے، فہرست ہی سن لیجئے، اور میں کچھ کلیات اور اصول کوشش کرتا ہوں کی بیان کردوں، کچھ واقعات کی روشنی میں آپ کو بتلادوں، ائمہ اسلام اور دین اسلام کو مکمل طور پر سمجھنے والوں کی حقوق العباد پر کس قدر نظر رہی ہے اور کس قدر انھوں نے اس کو دین کی نظر سے دیکھا ہے، ایک واقعہ ابھی ذہن میں آگیا۔

واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ آخر عمر میں کافی بیمار ہو گئے تو لکھنؤ میں میں علاج کے لئے تشریف لے گئے، حکیموں کا زمانہ تھا، اطباء کا، اور لکھنؤ کے اطباء بہت مشہور تھے، علاج کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے، تو ضلع بارہ بنکی میں حضرت مولانا کے ایک مرید تھے ان کو معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور بہت ضعف ہے اور حکیم صاحب نے بٹیر وغیرہ بھی بتایا ہے تو وہ اپنے گاؤں سے ـــــ وہ بہت بڑے کاشتکار اور زمیندار تھے ـــــ بہت سی چھوٹی چھوٹی چڑیاں جو مقوی ہوتی ہیں پنجڑے میں بند کر کے لکھنؤ لیکر آئے، بارہ بنکی سے

لکھنؤ کی مسافت ہی کافی ہے، اور پھر وہ کہیں کسی گاؤں سے آرہے تھے، وہ وہاں سے لیکر چلے، بہت خوش کہ ابھی حضرت دیکھیں گے اور حکیم صاحب نے حضرت کو بتلایا ہے حضرت بہت خوش ہو جائیں گے اور ہم کو دعائیں دیں گے، لیکن حضرت کے یہاں ایک خاص بات تھی ان کے یہاں حقوق العباد ہی پر زیادہ زور تھا، یہ حضرت تھانویؒ کی خصوصیت ہے جن گوشوں پر لوگوں کی نظریں نہیں پہنچتی تھی مولانا کی نظر وہاں پہنچتی تھی اور اس پر گرفت ہوتی تھی، اسلئے کہ وہ جانتے تھے جو نماز نہیں پڑھتا وہ جانتا ہے کہ ہم گناہ کا کام کر رہے ہیں، نماز پڑھ کر آدمی سمجھتا ہے کہ ہم نے ثواب کا کام کیا ہے اور نہ پڑھ کر وہ سمجھتا ہے کہ ہم نے گناہ کا کام کیا، لیکن اگر کسی نے کسی کی دیوار پر کالے کوئلہ سے لکھ دیا تو وہ یہ نہیں سمجھتا کہ ہم نے گناہ کا کام کیا ہے، اور پان کھا کر کسی کی سفید دیوار پر پچکاری مار دی تو وہ بالکل نہیں سمجھتا کہ ہم نے گناہ کا کام کیا ہے۔

آپ حضرات تشریف رکھتے ہیں بتایئے کہ سمجھتا ہے کوئی کہ ہم نے دیوار خراب کر کے گناہ کا کام کیا ہے؟ یہ آتے ہیں پنجڑے میں بہت سی چڑیاں لیکر اور سمجھے کہ حضرت ابھی دیکھ کر خوش ہو جائیں گے اور ہمیں دعائیں دیں گے، پہنچے، حضرت یہ آپ کے لئے لائے ہیں، اچھا، بہت اچھی بات ہے، کب چلے گھر سے؟ صبح کسی وقت چلے تھے اور دوپہر کے وقت پہنچے تھے، راستہ میں ان چڑیوں کے کھلانے پلانے کا انتظام کیا تھا؟ صبح لیکر چلے ہیں آپ ان چڑیوں کو اور ابھی پہنچے ہیں، شام ہونے کو ہے، تو بھوکی رہیں پیاسی رہیں یہ چڑیاں یا کھلانے پلانے کا انتظام کیا تھا آپ نے؟ چپ، کچھ کھلانے پلانے کا انتظام کیا ہو تب تو بتائیں، کس کو خیال ہوتا ہے کہ ہم یہ ظلم کر رہے ہیں، کسی نے سوچا کہ ان کا بھی حق ہے جس کو ہم نے پالا ہے ان کو کھلانا پلانا چاہیے ورنہ اللہ کے یہاں باز پرس ہو گی، آخرت میں اسکی بھی پوچھ ہو گی "کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ" (جمع الفوائد ص ۳۱۶ ج ۲) بہت مشہور حدیث ہے سب اس کو جانتے ہیں کہ آپ

ﷺ نے ارشاد فرمایا سب کے سب نگہبان ہیں، راعی ہیں، اور ہر ایک سے اس کے رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا، اور گھر میں ہم نے جو بلی پال رکھی ہے اس کے بارے میں بھی پوچھا جائیگا، پوچھا گیا، مرید ہیں نا آپ حکیم الامت کے، پہلے پیری مریدی اسلئے ہوتے تھی —— پیری مریدی کا مفہوم لوگوں نے غلط لے لیا ہے، اب تو خیر پیری مریدی بہت کم چل رہی ہے اور جہاں چل بھی رہی ہے وہاں اس کا مفہوم ہی الٹ دیا گیا ہے۔ مرید لوگ اس لئے ہوتے ہیں کہ پیر صاحب ہماری سب بلائیں لے لیں ادھر سے جو بھی بلا آئے سب پیر صاحب کے سر پر جائے پیر کو لوگ ہدیہ بھی اسی لئے دیتے ہیں کہ پیر صاحب گھر کی سب بلا روکے رہیں گے اور کچھ نماز روزہ بھی معاف کر دیا کریں گے —— یہ اسلئے نہیں تھا، اس کو اتنا گڑبڑ کیا گیا کہ یہ لفظ ہی جو ایک مقدس کام کیلئے استعمال ہوتا تھا اب اس لفظ کا نام لیتے ہی لوگ ہنستے مسکراتے ہیں، اتنا خراب اس کا استعمال ہو گیا، یہ تو اسلئے تھا کہ مرید اپنے حالات پیر سے بتلائے کہ حضرت یہ کرنے جارہا ہوں شریعت میں جائز ہے کہ ناجائز ہے؟ یہ دیکھئے اس کی وجہ سے ہمارے اندر کبر تو نہیں پیدا ہو رہا ہے؟ ہم غرور کے شکار تو نہیں ہو گئے ہیں، حق تلفی تو کسی کی نہیں ہو رہی ہے۔ مرید تھے نا، پوچھا گیا! راستہ میں کھلانے پلانے کا کیا انتظام کیا تھا؟ انتظام کیا ہو تب تو بتائیں۔ سر نیچے کر لیا، فرمایا جائیے، پہلے ان کو کھلائیے پلائیے اور اس کا جواب دیجئے کہ ان کے اوپر کیوں ظلم کیا؟ کئی دن معاملہ چلا تب کہیں جا کر معافی تلافی ہوئی۔ یہ واقعہ میں نے آپ کو اس لئے سنایا کہ معلوم ہو کہ اسلام میں حقوق العباد کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس کو بھی ہمارے علماء نے کس نقطۂ نظر سے دیکھا ہے۔

واقعہ

یہی حضرت تھانویؒ پہلے کانپور میں رہتے تھے، مظفر نگر اپنے وطن گئے

ہوئے تھے اور جب وطن سے چلتا ہے آدمی تو گھر کے لوگ خواہ مخواہ کچھ چیزیں باندھ ہی دیتے ہیں، سب چیزیں ملیں گی وہاں لیکن نہیں مانتے لوگ، باندھ ہی دیتے ہیں۔ لوگوں نے گنا باندھ دیا، لیکر جب سہارنپور اسٹیشن پہنچے تو دیکھا کہ بوجھ جتنا ایک آدمی کیلئے اجازت ہے اس سے زیادہ تھا، تو آپ کھڑکی پر گئے اور کہا کہ آپ اس کا وزن کر کے جو زائد ہے اس کا محصول لے لیجئے، ٹکٹ بنا دیجئے، وہ کلرک پہچانتے تھے، انھوں نے کہا حضرت لے جائیں کوئی بات نہیں ہے اور ہم ابھی گارڈ سے کہہ دیتے ہیں، کوئی آپکو کچھ بولیگا نہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا یہ گارڈ کہاں تک جائیں گے؟ انھوں نے کہا کہ یہ غازی آباد تک جائیں گے، کہا اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا، غازی آباد سے جو کانپور تک جائیگا اس سے وہ گارڈ صاحب کہہ دیں گے، کہا، اچھا کانپور کے بعد کیا ہوگا؟ انھوں نے کہا کہ کانپور ہی تک تو جانا ہے آپ کو وہ نکال دیں گے اسٹیشن کے باہر، حضرت نے فرمایا ہم کو ایک جگہ اور جانا ہے، کانپور کے آگے، آخرت میں اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، وہاں کون گارڈ صاحب کہیں گے؟ وہاں کون جا کر کہے گا؟ وہاں کون جا کر چھڑائیگا؟ جب اللہ تعالی پوچھ لیں گے ہم سے، ہنسئے مت۔

بغیر ٹکٹ سفر کرنا گناہ ہے

کتنے لوگ ایسے ہیں جو دوسرے کے ٹکٹ پر اور دوسرے کے ساتھ سفر کرتے ہیں، ٹی ٹی صاحب سے طے کر لیتے ہیں کہ صاحب چلئے گا تو ہم کو بھی لیتے چلئے گا۔ ٹی ٹی صاحب لئے جا رہے ہیں، خود بھی گناہ گار ہو رہے ہیں اور اس ٹی ٹی کو بھی گناہ گار کر رہے ہیں۔ یہ گاڑی آپ کی نہیں ہے، اور نہ حکومت کی طرف سے یہ قانون ہے کہ جس کو چاہیں آپ لے جائیں، میرے ایک دوست ریلوے میں ملازم ہیں انھوں نے کہا کہ مجھ کو یہ حق ہے کہ اپنے بھائی اور فلاں فلاں رشتہ دار اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں آپ چلئے، میں نے کہا کہ میں آپ کا بھائی نہیں ہوں، کہاں ہوں میں آپ کا بھائی؟ یہ تو ایسی ہی ہے کہ

صاحب ایمانی بھائی تو ہیں ہی۔ اچھا اگر یہ بتلاؤ کہ اگر محکمہ کو یہ بتلا دیا جائے کہ یہ ہمارا ایمانی بھائی ہے تو اسکے لئے بھی اجازت ہے وہ اجازت دیں گے؟

اور آپ کو میں نے جو یہ واقعہ حضرت تھانویؒ کا بتایا، یہ کس زمانہ کا واقعہ ہے بتاؤں آپ کو، انگریزوں کے زمانہ کا واقعہ ہے، اور انگریزوں کا زمانہ وہ تھا کہ بدیسی حکومت یہاں تھی، ان کے خلاف جنگ آزادی لڑی جا رہی تھی تو اگر اس وقت علماء یہ تعبیر کرتے کہ اس وقت ہم جنگ آزادی لڑ رہے ہیں، یہ دار الحرب ہے — اور بہت سے علماء نے دار الحرب کا فتوی بھی دیا تھا — یہ تاویل کرتے یا چلاتے تو اس کی گنجائش بھی تھی اور جب بدیسی حکومت نہ ہو دیسی حکومت ہو تو پھر تاویلات کا دروازہ کیسے کھلے گا۔ تو جب حقوق العباد کا لحاظ ہوتا ہے تو آدمی جگہ جگہ پر یہ سوچتا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں، یہ ہم سے کیا ہو رہا ہے؟

پڑوسی کے حقوق اور مراتب

حدیث شریف ہے "**الجیران ثلاثة ، جار له حق . و هو المشرک له حق الجوار . وجار له حقان و هوا لمسلم له حق الجوارو حق الاسلام ، و جار له ثلاثة حقوق مسلم له رحم، وله حق الجوار و الاسلام و الرحم**" (اخرجہ الطبرانی، حاشیہ ترغیب ج۳ ص ۳۶۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو ایک پڑوسی ہے جس کا ایک حق ہے، پڑوسی ہونے کا اسلئے کہ وہ صرف پڑوسی ہے مسلمان نہیں ہے، غیر مسلم ہے "**له حق الجوار**" اس کا پڑوسی کا حق ہوتا ہے۔ اور ایک پڑوسی ہے اور پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہے تو "**له حقان**" اس کے دو حق ہو گئے، ایک پڑوسی ہونے کا حق جو پہلے ہی سے تھا اور ایک مسلمان بھائی ہونے کا حق۔ اور ایک وہ ہے جس کے تین حق ہیں کہ وہ پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی ہے، اور رشتہ دار بھی ہے، اس کے تین حقوق ہمارے اوپر ہو گئے۔ دیکھئے درجات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں "**و اعبدا لله و لا تشرکوا به شیئاً و با لوالدین احسانا و بذی القربی و**

الیتمی و المساکین و الجارذی القربی و الجار الجنب و الصاحب با لجنب" (سورہ نساء آیت:۳۶) پہلے تو فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرواور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، یہ حقوق اللہ سے متعلق ہے، اس کے بارے میں گفتگو نہیں کرنا ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں "و با لوالدین احسانا" اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اللہ تعالی میانہ روی کا حکم دیتے ہیں

دیکھئے دو چیزیں ہیں۔ میں نے ابھی شروع میں جو آیت تلاوت کی تھی جس کے بارے میں بتایا تھا کہ خطبہ میں سنتے ہیں، اس میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں "ان اللہ یامر با لعدل و الاحسان" (سورہ نحل آیت ۹۰) بلاشبہ اللہ تعالی حکم دیتے ہیں عدل کرنے کا اور احسان کرنے کا۔ تو دو چیزیں ہیں، ایک عدل اور دوسرے احسان، عدل کا ترجمہ ہم لوگ اردو میں انصاف کر دیا کرتے ہیں، عدالت کو عدالت اسی لئے کہتے ہیں کہ وہاں انصاف ملنا چاہئے۔ لفظ عدل کے معنی (عربی زبان میں) دو چیزوں کو برابر کر دینا، دو چیزیں ہیں، برابر کر دیا، کمی بیشی نہ ہو، تو انصاف میں کیا ہوتا ہے کہ جس کا جتنا حق تھا اتنا اس کو دیا گیا، حق کو برابر برابر تقسیم کر دیا گیا۔ اسلئے عدل کا ترجمہ انصاف سے کیا جاتا ہے، اور عدل کا ترجمہ اسی لئے اعتدال سے بھی کیا جاتا ہے اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر ہو۔ اس کو کہتے ہیں کہ یہ چیز نارمل ہے۔ اپنی جگہ پر جو چیز جتنی ہونی چاہئے۔ اتنی ہی ہے۔ انسان کے جسم میں جو عناصر ہیں سوداء، صفراء، بلغم، تو سوداء کو جتنا ہونا چاہئے اتنا ہے، صفراء کو جتنا ہونا چاہئے اتنا ہے، اور بلغم جتنا ہونا چاہئے اتنا ہے، اور دم یعنی خون اس کو جتنا ہونا چاہئے اتنا ہے، یہ چار اخلاط ہیں انسان کے جسم میں، اب اگر اس میں کمی بیشی ہو گی تو اعتدال پر نہیں ہے، برابر نہیں ہے وہ غیر معتدل ہو گیا، اسی لئے لوگوں کو بلڈ پریشر ہو جاتا ہے، پریشر اگر معتدل نہیں

ہے تو یا نیچا ہو گا یا اونچا ہو گا، لو ہو گا یا پائی ہو گا، تو اعتدال پر جب ہو گا تو کہا جائیگا کہ یہ عدل پر ہے۔

کائنات جسمانی کی طرح عقائد و اعمال..... میں اعتدال ضروری

"ان اللہ یا مر بالعدل" اللہ حکم دیتے ہیں تمہیں عدل کا، جب تمہارے جسمانی اخلاط کے اندر عدل کے خلاف کچھ معاملہ پیدا ہو جاتا ہے تو جسمانی انتظام گڑبڑ ہو جاتا ہے، فاسد ہو جاتا ہے، صحیح نہیں رہتا، سردی ہو گئی، زکام ہو گیا، بخار ہو گیا، اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو گئیں، تو اسی طرح جب ہمارے عقائد، اعمال اور اخلاق و اطوار کے اندر اعتدال نہیں رہ جائیگا، نشیب و فراز پیدا ہو جائیگا تو ہماری اس دنیا میں فساد پیدا ہو جائیگا۔ انسان کا جسم سر سے لیکر پیر تک ایک دنیا ہے، یہ ایک کائنات ہے، یہ عالم اصغر ہے، پوری دنیا جو پھیلی ہوئی ہے یہ عالم اکبر ہے، غیر معتدل کام جو ہم اس جسم کے ساتھ کرتے ہیں، زیادہ جاگ گئے، اعتدال کے ساتھ جاگنا نہیں ہوا طبیعت خراب ہو جائیگی، زیادہ سو گئے اعتدال کے ساتھ سونا نہیں ہوا، سر پر گرانی ہو گئی۔ زیادہ کھا گئے زیادہ پی گئے، تو بھی گڑبڑ ہو گیا، اعتدال سے جہاں باہر نکلے کائنات جسمانی کے اندر فساد پیدا ہو جاتا ہے، تو اسی طریقہ سے جب عقائد و نظریات میں ہم اعتدال سے نکل گئے، افعال، اعمال اور اخلاق میں ہم اعتدال سے نکل گئے تو اس کائنات عالم کے اندر فساد پیدا ہو جائیگا۔ یہ سسٹیمیٹک بات ہے۔ خود بخود اللہ تعالی نے نظام عالم ایسا بنایا ہے کہ اسی طرح ہوتا چلا جاتا ہے، زیادہ ہم کھائیں گے بد ہضمی ہو گی، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم زیادہ فالتو باتیں کریں گے، ہم اعمال بد کریں گے، اللہ کی نافرمانیاں کرتے رہیں گے تو زمین نہ ہلے گی؟ نہ ہلے گی زمین؟ جو چاہیں ہم یہاں پاپڑ بیلتے رہیں، زیادہ کھالیں تو پیٹ گڑ گڑانے لگے اور زمین پر اللہ تعالی کی نافرمانیاں کرتے رہیں شیطان والے اعمال کرتے رہیں اور زمین کے پیٹ میں گڑ گڑاہٹ نہ پیدا

ہو گی؟ ہو گی گڑ گڑاہٹ، شہر کے شہر تباہ ہوں گے، ملک کے ملک تباہ ہو جائیں گے، قومیں کی قومیں تباہ ہو جائیں گی۔

منجانب رسولؐ ایک فیضان عظیم

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے کہ پوری دنیا تباہ نہیں ہو رہی ہے، نہیں تو آپ کی بعثت سے پہلے یہ بھی ہوا کہ جب قوموں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تو پوری زمین پلٹ دی گئی ہے، آپ جانتے نہیں ہیں نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا تو راجح قول یہی ہے کہ ساری دنیا ڈوب گئی، آپ جانتے نہیں کہ قوم لوط نے جو بد معاشیاں کی ہیں اور جن جن چیزوں کے اندر مبتلا ہوئے ہیں تو پوری قوم کو تباہ و برباد کر دیا گیا کوئی فرد نفر اس کا بچا نہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے کہ اب جو کچھ انقلابات آتے ہیں، عذابات آتے ہیں پوری دنیا پر عام ہو کر نہیں آتے، اللہ تعالی نے عمومی عذاب کو ہٹا لیا ہے، یعنی پوری دنیا تباہ نہیں ہو جائیگی، لیکن یہ کہ اس کے نمونے نہ دکھلائے جائیں۔ نمونے تو دکھلائے جائیں گے، یہ نمونہ دکھلانا بھی ان کا کرم ہے کہ وہ نمونہ دکھلا دیتے ہیں، افسوس ہے کہ ہم ان سب عذابوں کو دیکھتے ہیں اور اس کے بعد ہم ان کی سائنسی توجیہہ پر نظر رکھتے ہیں، اور قرآن مجید نے جو کچھ بیان کر دیا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقائق واضح کر دئے ہیں اس پر ہماری توجہ نہیں جاتی، ہم یہ کہتے ہیں کہ زمین کی پلیٹیں ذرا کھسک گئیں اسلئے زلزلہ آ گیا، میں یہ نہیں کہتا کہ پلیٹ نہیں کھسکی لیکن کیا پلیٹ کھسکنے کی وجہ وہی نہیں ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ہے۔

... تو زمین کانپ جاتی ہے

جب بے حیائیاں عام ہو جائیں، جب فحشاء عام ہو جائیں، جب ظالم کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہ رہ جائے، جب مظلوم کی صدا سننے والا کوئی نہ ہو، جب اللہ کی زمین پر شیطان ننگا ناچ رہا ہو۔ اور انسان شیطانوں سے آگے بڑھ چکے ہوں۔

توزمین کانپ جاتی ہے، حتی کہ آخر میں ایک وقت وہ بھی آجائیگا —— ابھی تو اللہ کے نام لینے والے بفضل الٰہی موجود ہیں —— کہ زمین پر اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ رہیگا تو زمین اس طرح کانپے گی کہ ساری دنیا ناپید ہو جائیگی۔ "اذا زلزلت الارض زلزالها و اخرجت الارض اثقالها و قال الانسان مالها" انسان کہے گا ارے یہ کیا ہو گیا؟ یہ کیا ہو گیا؟ یہ کیوں ہل رہی ہے؟ یہ کیوں ڈول رہی ہے؟ ارے اسلئے ہل رہی ہے کہ تم نے ہلایا ہے اسکو، یہ اسلئے ڈانواڈول ہو رہی ہے کہ تم نے اس کو ڈانواڈول کر دیا ہے۔ "لا تقوم الساعة حتی لا یقال فی الارض الله الله" (مشکوۃ باب لا تقوم الساعۃ ص۴۸۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اللہ اللہ کہا جائیگا قیامت نہیں آئیگی۔

عذاب کو روکنے والی حقیقی چیز

افسوس ہے اتنا بڑا* زلزلہ آیا —— بات سے بات نکل آئی تو کہہ رہا ہوں —— اخبارات میں یہ رپورٹیں آرہی ہیں، بیان بازیاں بھی ہو رہی ہیں کہ اب عمارتیں اس طرح تعمیر کی جائیں، جن عمارتوں میں یہ انتظامات نہیں ہیں ان عمارتوں کو منظوری نہ دی جائے۔ یہ سب تو ہو رہا ہے لیکن میں غیروں کو کیا کہوں مسلمانوں کو بھی، اہل اسلام کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہے کہ اس کی آمد روکنے والی جو حقیقی چیز ہے اس کی طرف توجہ کریں۔ وہ حقیقی چیز کیا ہے؟ ابھی اخبار میں تھا کہ الہ آباد میں بھی زلزلہ آسکتا ہے اور کہا نہیں جاسکتا کہ کب آجائے۔ کوئی کہتا ہے اپریل میں آئیگا، کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا ہے، لیکن زلزلہ آنے کو روکنے والی کیا چیز ہے اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں ہے، ہمارا عجیب حال ہے۔ اب تو وعظ کی مجلس میں جائیں تو بھی پلیٹ ہی کے چکر میں رہتے ہیں وہ والی پلیٹ نہیں، ناشتہ والی پلیٹ، تقریر میں جائیں تو بھی پلیٹ ہی کے چکر میں، ہر جگہ پلیٹ ہی ہمکو نظر آتی ہے۔

* اس خطاب سے قریبی ہی زمانہ میں ۲۶ جنوری ۲۰۰۱ء کو گجرات کے علاقہ میں تباہ کن زلزلہ آیا تھا جسکی تباہی نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا اس کی طرف اشارہ ہے۔

کیا چیز ہے جو اس کو روکنے والی ہے؟ نہیں جانتے، حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی امت کو کہا تھا کہ دیکھو فلاں دن تک تمہارے اوپر عذاب آجائیگا — قرآن مجید میں بہت مفصل ہے میں تفصیل میں نہیں جاؤنگا — جب وقت قریب آیا تو ان کی امت نے دیکھا کہ آبادی کے باہر جنگل کی طرف کچھ موسم خراب ہو رہا ہے، تو انھوں نے یہ سمجھا اور صحیح سمجھا کہ پیغمبر نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ وقت قریب آگیا، اور انھوں نے سمجھا کہ یہ واقعی اللہ کے پیغمبر ہیں۔ لہٰذا سب کے سب آبادی چھوڑ کر مرد وزن، عورت بچے، جوان بوڑھے، سب آبادی کے باہر نکل آئے اور اللہ کی بارگاہ میں رونے لگے، گڑ گڑانے لگے، توبہ کرنے لگے، اتنا روئے اتنا روئے اتنا گڑ گڑائے کہ اللہ کو ان کے رونے پر پیار آگیا اور اللہ نے ان کی توبہ سن لی اور عذاب نہیں آیا —— میں پورا قصہ نہیں سناؤنگا اسلئے کہ اور باتیں رہ جائیں گی —— میں تو یہ نکتہ آپ کے ذہن میں ڈالنا چاہتا ہوں کہ دیکھئے آتا ہوا عذاب ٹل گیا، کیوں؟ اسلئے کہ اللہ تعالی عذاب تھوڑے ہی دینا چاہتے ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اللہ تمہیں عذاب دیکر کیا کریگا، لیکن یہ چاہتے ہیں کہ ہم توبہ کرلیں۔ یعنی گناہوں سے ہم باز آجائیں۔ دھینگا مشتی ختم کردیں، سانڈ بنے گھوم رہے ہیں سینہ تان کرکے، یہ ختم کرکے تواضع وانکسار اور بندگی کی صفت اپنے اندر پیدا کرلیں۔ یہ چاہتے ہیں وہ۔ جب انھوں نے بندگی کی صفت پیدا کرلی تو اللہ تعالی نے آیا ہوا عذاب ٹال دیا، ہٹا دیا، تو آج اگر ہم اس عذاب کو ہٹانا چاہتے ہیں، اس کو دور کرنا چاہتے ہیں تو اس کی شکل ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ توبہ کے عمل کو مضبوطی سے پکڑلیں۔

توبہ نام ہے برائیوں سے باز آجانے اور رجوع الی اللہ کا

اور توبہ یہ نہیں ہے کہ رات بھر ننگا ناچ دیکھیں اور صبح تسبیح لیکر استغفر

اللہ استغفر اللہ کریں۔ دونوں کام ایک ساتھ چلتا رہے تو بہ یہ نہیں ہے۔ توبہ تو
یہ ہے کہ ہم ان برائیوں سے باز آجائیں اور اللہ کی طرف ہمارا رجوع ہو جائے۔
نبی کریم ﷺ جب دیکھتے تھے کہ ہوا تیز چلنے لگی ہے تو آپ مسجد کا رخ کرلیا
کرتے تھے، آپ نماز کی نیت باندھ لیتے تھے، کیوں؟ اسلئے کہ اب جس نے
آندھی بھیجی ہے، ہوا بھیجی ہے اسی کے دامن میں پناہ لو۔

کہتے ہیں کہ افلاطون نے موسی علیہ السلام سے پوچھوایا تھا کہ جاؤ ان
سے پوچھو کہ جب آسمان تیر انداز ہو جائے اور یہ سارے حوادث اور مصائب تیر
بن جائیں اور زمین پر بیچارہ انسان کھڑا ہوا نشانہ بنے تو کیا صورت ہے اس سے
بچنے کی؟ تو موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ کہہ دو کہ تیر انداز کے پیروں پر
جا کر پڑ جاؤ۔ اب جو تیر چلا رہا ہے، گولی برسا رہا ہے اسی کے پیر کے پاس کھڑے
ہو گئے تو بچ جائیگا، اسلئے کہ تیر تو دور جائیگا گولی تو دور جائیگی۔ افلاطون نے یہ
جواب سن کر کہا کہ یہ پیغمبر ہیں اسلئے کہ یہ جواب پیغمبر کے علاوہ کوئی دوسرا
نہیں دے سکتا۔ لیکن یہ پیغمبر جاہلوں کے ہیں، ہم تو فلسفی ہیں۔ ہمکو پیغمبر کی تعلیم
کی ضرورت نہیں ہم خود اپنے عقل سے سمجھ لیں گے۔ یہ افلاطون نے کہا تھا
لیکن آج کل کے جو افلاطون ہیں انکا بھی حال اس افلاطون سے کم نہیں ہے وہ
سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن کی تعلیمات غریب مسلمانوں کیلئے ہیں، ہم تو اوپر پہنچ گئے
ہیں، یہ تعلیمات ہمارے لئے نہیں ہیں، ہماری تعلیم امریکہ سے آئیگی۔ ارے، یہ
تعلیم کہاں سے آئی ہے؟ ساتوں آسمان کے اوپر سے آئی ہے، یہ تعلیم تو لوح
محفوظ سے آئی ہے، یہ تعلیم تو خالق کائنات نے دی ہے، اس سے بڑھ کر، اس
سے مقدس بھی کوئی تعلیم ہو سکتی ہے، اس سے طاہر، اس سے پاکیزہ بھی کوئی
تعلیم ہو سکتی ہے، لیکن کیا کیجئے گا آپ کہ جو کنوئیں میں ہو وہ کیا جانے سمندر
کتنا بڑا ہے، وہ گڈھے میں تھا، گڈھے میں سے نکل کر کنوئیں میں پہنچ گیا تو

سوچا کہ یہی سب سے بڑی دنیا ہے۔ ایسے ہی ہندوستان سے آگے بڑھکر امریکہ پہنچ گئے اور برطانیہ دیکھ لیا تو کہا کہ ہاں یہ ہے۔ اور یہاں اہل ایمان کا معاملہ یہ ہے کہ نہ امریکہ اور نہ برطانیہ ساری کائنات اور ساری دنیا اس سے وراء اور ماوراء الوراء تعلیم الٰہی اور تعلیم ربانی وہاں سے چلی آرہی ہے، وہاں سے یہ مقدس اور پاکیزہ تعلیم چلی آرہی ہے اس پر یہ عمل پیرا ہونے والے ہیں بہر حال بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔

اعتدال کسے کہتے ہیں

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں " ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان" اللہ تعالی عدل کا حکم دیتے ہیں اور احسان کا حکم دیتے ہیں، عدل کا مطلب یہ ہے کہ سارا معاملہ تمہارا اعتدال کے ساتھ ہو، نماز بھی اعتدال کے ساتھ، روزہ بھی اعتدال کے سات حج بھی اعتدال کے ساتھ، اعتدال کے ساتھ یہ سب کچھ ہو گا تو ادائے حقوق بھی اعتدال کے ساتھ ہو گا، اعتدال کسے کہتے ہیں، سنئے، ایک جزوی مسئلہ بتاتا ہوں فقہ کا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے نیت باندھ رکھی ہے نماز کی —— آپ بتایئے کی نماز سے بڑھکر کون سی عبادت ہو گی —— اس نے نماز کی نیت باندھ رکھی ہے، اس نے نماز میں دیکھا کہ ایک اندھا چلا جا رہا ہے اور ابھی اس کا ایکسیڈینٹ ہو جائیگا —— کوئی ضروری نہیں کہ جامع مسجد ہی میں نماز پڑھ رہا ہو، آپ سفر میں پلیٹ فارم پر نماز پڑھ رہے ہیں —— کنواں ہے اس میں گر جائیگا، تو اس کے اوپر واجب ہے کہ وہ نماز کی نیت توڑ دے اور اس کی جان بچالے۔ یہ ہے اعتدال، یہ عبادت گذار نہیں ہو گا کہ نماز میں لگا ہوا ہے اور اس کی جان چلی گئی۔ یا کم سے کم ہاتھ پیر ہی اس کا ٹوٹ گیا، نفلی روزہ ہیں فرض روزہ نہیں —— خوب سمجھ لیجئے لوگوں

کو دھو کہ ہو جاتا ہے، نفل اور فرض میں کوئی فرق نہیں کرتے، فرض روزہ فرض ہے جو کسی حال میں نہیں توڑا جائیگا ـــــ روزہ کتنی بڑی عبادت ہے، روزہ اتنی بڑی عبادت ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "الصیام لی وانا اجزی به" (مشکوۃ باب وجوب صوم رمضان ص ۱۷۸) روزہ تو میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ یہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، اتنی بڑی عبادت ہے روزہ۔ اب آپ کے یہاں دوست آگئے، دوست بھی ایسے کہ صاحب بالکل یقین ہے کہ اگر ہم نے ان کو کچھ کھلایا پلایا نہیں اور خود بھی ساتھ میں بیٹھ کر کھایا نہیں تو ان کو بہت تکلیف ہو گی اور ان کی دل شکنی ہو گی، ایک یہ ہے کہ دوست ہیں آگئے، روز آنا جانا ہے، بے تکلفی ہے آپ نے ان کو بتلادیا کہ بھائی ہم کو ذرا عذر ہے تو ان کو واقعی دل شکنی نہ ہو گی انھوں نے کوئی برا نہیں مانا یہ اطمینان ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے ان کی دل شکنی ہو جائیگی۔ دیکھئے روزہ کتنی بڑی عبادت ہے لیکن اب آپ روزہ توڑ دیجئے اور اپنے اس دوست اور مہمان کے ساتھ ناشتہ میں شریک ہو جائیے۔ روزہ توڑنے کا گناہ نہیں ہو گا، قضاء بعد میں رکھ لیجئے گا، خوب یاد رکھئے۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ بعد میں قضا نہیں رکھی جائیگی۔ نہیں قضا اس کی رکھنی ہو گی لیکن اس کے روزہ توڑنے کا گناہ نہیں ہو گا۔ کیوں؟ اس واسطے کہ روزہ توڑ دینا آسان ہے لیکن کسی کا مومن اور مہمان کا دل توڑ دینا اس سے بہت بھاری ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلم کی حرمت اور اسکی عزت کعبہ کی حرمت کی طرح ہے، (ابن ماجہ ص) کعبہ کی عزت کی طرح ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ اگر کوئی کعبہ کے بارے میں غلط لفظ استعمال کر دے تو اہل اسلام اس کو ایک لمحہ کیلئے برداشت کر سکتے ہیں؟ لیکن یہی نہیں کہ اپنے قول سے، اپنے فعل سے اپنے عمل سے، اپنی حرکت سے، اپنے اطوار سے، اپنے بھائی

کی عزت لوٹتے رہتے ہیں۔اس کی آبرو کے ساتھ کھلواڑ کرتے رہتے ہیں، کیا اس کو گناہ سمجھتے ہیں؟ یہ بھی کوئی گناہ کا کام ہم کر رہے ہیں؟ جبکہ حقوق اللہ میں تو یہ ہے کہ آپ نے توبہ کرلی اللہ تعالی نے معاف کر دیا، نمازیں قضاء ہو گئیں ہیں آپ نے توبہ کرلی اور توبہ کا مطلب یہ ہے کہ نمازیں پڑھنا شروع کر دیں، جو قضاء ہو گئیں تھیں ان کو پورا کرلیا، اللہ تعالی معاف فرمادیں گے۔ لیکن یہاں حقوق العباد کا معاملہ یہ ہے کہ محض اللہ تعالی سے توبہ کرلینے سے معاف نہیں ہو گا، جب تک کہ اس سے بھی معاف نہ کرایا جائے، جس کا حق ہے اس سے معاف کرانا پڑے گا تب اللہ تعالی معاف فرمائیں گے ورنہ نہیں معاف فرمائیں گے، اسلئے کہ حق اس کا ہے، تو حقوق العباد میں دو چیزیں ہو گئیں، ایک بندہ کا حق تو ہے ہی اور دوسرے اللہ تعالی کا بھی حق شامل ہے اسلئے کہ اللہ تعالی ہی نے تو بندہ کا حق بندہ پر لگایا ہے، نافذ کیا ہے؟۔

عدل اور حسن سلوک

یہ چیزیں ہیں جس سے ہم غفلت برت رہے ہیں، ان اللہ یا مر با لعدل و الاحسان اللہ تعالی اعتدال کے ساتھ زندگی گذارنے کا حکم دیتا ہے، اگر اعتدال کے ساتھ زندگی گذاری جائیگی تو انصاف خود بخود پیدا ہو جائیگا۔ اور ایک چیز اور ہے جو اس سے آگے کی ہے، وہ کیا ہے؟ انصاف سے بڑھکر کوئی چیز ہوتی ہے، انصاف ہی سب چیز تھوڑے ہی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی سے کوئی چیز ادھار لیتے تھے تو واپسی کے وقت زیادہ دیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ عادت شریفہ عام طور پر سیرت کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

اللہ تعالی حسن سلوک کرنے کا حکم فرماتے ہیں

تو اللہ تعالی نے فرمایا و با الوالدین احسانا اصل میں یہی بات بیان کر رہا تھا

اور اسی کو سمجھانے کیلئے عدل کے اوپر اتنی گفتگو کرنی پڑی ہے۔ والدین کے ساتھ احسان کرو یعنی صرف عدل نہ کرو بلکہ احسان کا معاملہ کرو۔ احسان کسے کہتے ہیں؟ ایک احسان تو اردو والا احسان ہے، لیکن یہ اردو والا احسان ادھورا ہے، پورے معنی کو واضح نہیں کرتا۔ احسان کے معنی ہیں کسی چیز کو بہت اچھی طرح کرنا، کسی چیز کو حسین بنانا، اچھا بنانا، اور احسان کے معنی ایک اور ہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی کے ساتھ اچھائی کا سلوک کرنا، بھلائی کا سلوک کرنا، شریعت میں احسان کے دونوں معنی مستعمل ہیں، بس یہ بھی حکم ہے کہ ہم جو کام کریں حسین طور پر کریں، اسلام میں تو پھوہڑ پن کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے، لیکن آج ہماری بد اعمالی کا حال یہ ہے کہ جو جتنا بڑا دیندار اتنا بڑا پھوہڑ، ہم نے اسلام کے چہرے کو جگہ جگہ سے بدنما اور داغدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو دیندار ہوگا وہ ضرور پھوہڑ ہوگا۔ حالانکہ اسلام نے تو اس قدر حسین بنانے کی کوشش کی ہے کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ "**ان اللہ جمیل یحب الجمال**" (جمع الفوائد باب الکبر والریاء والکبائر ص۱٦۱ ج۲) اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں، حسین ہیں اور حسن کو پسند فرماتے ہیں۔ حسن تو آج کل لوگ پسند کرنے لگے ہیں، لیکن ٹی وی دیکھنے کے لئے، یہ والا حسن نہیں ہے یہ۔

حسن کی دو قسمیں ہیں

حسن کی دو قسمیں ہیں، ایک جائز اور دوسری ناجائز، جائز حسن لوگوں کو پسند نہیں ہے، اور ناجائز حسن لوگوں کو پسند ہے۔ تو اسلام میں حسین بنانے پر کس قدر زور ہے، آپ جانتے ہیں؟ ایک ہے نظافت جس کو صفائی وستھرائی کہتے ہیں، اور ایک ہے طہارت جس کے معنی پاکی کے ہیں، نظافت، صفائی ستھرائی سے ظاہری صفائی حاصل ہوتی ہے، چہرہ صاف، ہاتھ پیر صاف، جوتا صاف، یہ نظافت ہے۔ انگریزوں کی نظافت آج کل بہت مشہور ہے، ان کا سب معاملہ بالکل صحیح،

ان کا حال بھی صحیح، کمرہ بھی صحیح، بیٹھک بھی صحیح، کپڑا بھی صحیح، سب کچھ صحیح اور طہارت ان کے یہاں کوئی چیز نہیں ظاہری طور پر اتنا صاف ہیں اور باطن میں ان کا معاملہ یہ ہے کہ انھوں نے پاخانہ کیا اور پیپر سے پوچھ لیا۔ جب مہینہ دو مہینہ میں نہانے کی نوبت آئی تو ٹب میں پانی بھرا اور اس کے اندر بیٹھ گئے اور وہ پانی نکلتا بھی نہیں تو جو کچھ پاخانہ لگا تھا اس کے ذرات بھی پانی کے اندر آگئے، اور انھوں نے سوچا کہ بالکل صاف ستھرے ہو گئے۔ ظاہری صفائی تو ہے لیکن باطن ان کا گندہ ہے، اسلام میں کیا بات بتلائی گئی کہ نظافت، ظاہری صفائی ستھرائی بھی ہو اور طہارت باطنی پاکی بھی ہو۔

... تو باطن اس کا روشن ہو جائیگا

"الطهور شطر الايمان" (مشکوۃ، کتاب الطہارۃ ص ۳۸) پاکی آدھا ایمان ہے جب پاک ہو گا تو باطن اس کا روشن ہو جائیگا، آپ صاف ستھرے رہیں گے تو ظاہر بھی اس کا روشن رہیگا۔ حدیث میں ہے "عن ابی الاحوص عن ابیه قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و علی ثوب دون فقال لی الک مال ؟ قلت نعم قال من ای المال؟ قلت من کل المال قد اعطانی الله تعالی من الابل والبقر والغنم و الخیل والرقیق قال فاذا آتاک الله مالا فلیر اثر نعمة الله علیک و کرامته" (مشکوۃ کتاب اللباس ص ۳۷۵۔ جمع الفوائد باب انواع من اللباس ص ۳۰۷)

ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، گندے گندے کپڑے پہنے ہوئے تھے، آج کل جو گندہ رہے اس کا نام لوگ صوفی رکھ دیتے ہیں، یعنی صوفی کو گندہ رہنا چاہئے، حالانکہ صوفی کو تو سب سے زیادہ صاف ستھرا رہنا چاہئے، صوفی تو وہ ہے جس کا ظاہر بھی خوب صاف ہو اور باطن بھی خوب صاف ہو، لیکن اب تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے گندے گندے کپڑے پہنے ہوئے، بال الجھے ہوئے گرد سے اٹے ہوئے،

آپؐ نے پوچھا کہ بھائی کیا تمہاری حیثیت بہت کمزور ہے کیا؟ انھوں نے کہا، نہیں اللہ کے رسول (ﷺ) ہم کو اللہ نے بہت کچھ دیا ہے، اونٹ ہیں بکریاں ہیں، اور اللہ نے کافی مال ودولت دیا ہے، تو فرمایا کہ اللہ کو یہ پسند ہے کہ اپنی دی ہوئی نعمت کا اثر اپنے بندے کے اوپر دیکھے، اللہ نے اچھا کپڑے پہننے کی حیثیت دی ہے اچھا کپڑا پہنئے، اس کا ایک فائدہ اور ہے ـــــ یہ فائدہ اسلیئے بتائے دے رہا ہوں تا کہ اس کی بھی نیت کرلی جائے ـــــ کہ آپ خود ہی پھٹیچر بنے رہیں گے، اب کوئی ضرورت مند ہے محتاج ہے اس نے دیکھا تو سوچا کہ یہ ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں تو ان سے ہم کیا کہیں۔ جب ہم اچھی طرح رہیں گے تو ضرورت منداپنی ضرورت ہم سے آ کر بیان کرسکتا ہے تو آپ کو ہمدردی کرنے کا، انسان کی ضرورت کو پورا کرنے کا موقع ملے گا۔

اسلام میں عمدہ کھانا اور عمدہ پہننا منع نہیں

ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم اچھے کپڑے پہنتے ہیں تو ہم کو اچھا لگتا ہے، اچھا کھاتے ہیں تو ہمیں اچھا لگتا ہے، آپؐ نے فرمایا اچھا کپڑا پہننا منع نہیں ہے، اچھا کھانا منع نہیں، اچھی طرح سے رہنا منع نہیں، ”الکبر بطر الحق و غمط الناس “(جمع الفوائد باب الکبر والریاء ص ۱۶۱۔ ج ۲) حق کو رد کردینا حق کے خلاف عمل کرنا، لوگوں کو حقیر سمجھنا، یہ منع ہے۔ اچھا پہننا، اچھا اوڑھنا، اچھا کھانا منع نہیں۔ لوگوں کو حقیر نہ سمجھو، اپنے اندر کبر نہ پیدا ہو جائے، اللہ کو جو چیز ناپسندیدہ ہے وہ یہ ناپسندیدہ ہے۔

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ دیکھئے یہ تو صرف ظاہری صفائی وستھرائی پر مرے جارہے ہیں اور اسلام نے یہاں باطن کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ یہ بات اس پر آئی کہ اسلام ہر چیز میں حسن چاہتا ہے لیکن حسن ایک دائرہ کے اندر ہونا چاہئے، اور یہ دائرہ بندی اسلام ہی نے نہیں کی ہے، بلکہ دنیا کے جو بڑے بڑے

حتی کہ جو دنیا کے سب سے بڑے بے حیاء لوگ ہیں وہ بھی ایک دائرہ کے اندر رہنا چاہتے ہیں، وہ اپنے کو دائرہ کے باہر کہتے ہیں اور دائرہ کے باہر رہکر بھی اپنے کو دائرہ میں چاہتے ہیں، چاہے وہ دائرہ یہی ہو کہ جس کو ہم نہ چاہیں وہ ہمارے پاس نہ پھٹکے۔ تو اسلام حسن کو جتنا پسند کرتا ہے اتنا کوئی نہیں پسند کرتا، ہر عمل دائرہ کے اندر ہونا چاہئے، پھوہڑپن اسلام کو برداشت نہیں ہے، بغیر خشوع و خضوع کے نماز اسلام کو برداشت نہیں ہے وہ بھی الٹا منھ پر ماردی جاتی ہے، اسلئے کہ جس نماز میں حسن نہیں ہے، غیبت، چغلخوری والا روزہ اسلام کو پسند نہیں ہے، پھینک دیا جاتا ہے، اسلئے کہ اس روزہ میں حسن نہیں ہے، اسی طرح آپ پھٹیچر بنے رہئے الٹا سیدھا کپڑا پہنے رہئے، اسلام کو یہ بھی پسند نہیں ہے۔ میں نے آپ کو ابھی حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو تاکید فرمائی کہ کم سے کم تم کو پانی تو ملتا ہے، پانی سے کپڑے صاف کرلو اور اپنے بال درست کرلو، ہر چیز میں اسلام حسن چاہتا ہے اپنے اپنے طور پر ہر ہر چیز حسین ہونا چاہئے۔

دوسروں کے ساتھ حسین طور پر پیش آؤ

اسی طرح دوسری چیز یہ ہے کہ دوسرں کے ساتھ حسین طور پیش آؤ، اور اللہ کے بعد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن کا حق آپ کے اوپر سب سے زیادہ ہے وہ والدین ہیں۔ "و بالوالدین احسانا" سب سے پہلے تم اللہ اور رسول کے بعد والدین کے ساتھ حسین طور پر پیش آؤ، خالی یہ نہیں کہ انصاف کے طور پر پیش آؤ، بلکہ یہ کہا کہ حسین طور پر پیش آؤ، اب اسکی تفصیلات میں جانے کا موقع نہیں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک میں یہ تک شامل ہے کہ والدین کے احباب، والدین کے دوست، والدین کے اعزہ واقرباء کے ساتھ بھی حسن سلوک کا برتاؤ کرے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ چلے جارہے تھے، یہ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک غلام بھی ساتھ میں تھا، سر میں

پگڑی باندھے ہوئے تھے، راستہ میں ایک بڑے میاں مل گئے، آئے ملاقات کی، اب سفر میں ہیں کیا خاطر مدارات کریں، تو کیا کیا اپنی سواری بڑے میاں کو دیدی، پگڑی بھی اتار کر دیدی، خادم نے پوچھا حضرت اب کیسے چلیں گے؟ کہا ایسے ہی چلے چلیں گے، ایسی کوئی بات نہیں، پوچھا، حضرت یہ کون تھے؟ فرمایا یہ ہمارے والد کے زمانہ میں ان کے پاس آیا کرتے تھے یہ ہمارے والد کے ملاقاتیوں میں ہیں، یہ ابھی بہت دنوں کے بعد ملے تو ہم نے سوچا کہ ان کے ساتھ کچھ سلوک کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ دیکھئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی ہیں، ان کا انتقال ہو جاتا ہے، انتقال ہوئے عرصہ گذر گیا ہے لیکن جب آپ کے گھر میں کوئی چیز پکتی تھی، کہیں سے کوئی چیز آجایا کرتی تھی تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے یہاں آپ تحفہ بھجوایا کرتے تھے (ریاض الصالحین باب اصدقاء الاب ص ۱۶۸) کہ یہ خدیجہ کی سہیلیاں ہیں ان کے تعلقات ان سے تھے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ حسین طور پر معاملات کئے جا رہے ہیں، یہ احسان ہو رہا ہے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

"وذی القربیٰ" اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، خوب یاد رکھئے میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ ایک ہے عدل اور ایک ہے احسان، ان اللہ یامر کی آیت یاد رہنی چاہئے، ہمیں صرف عدل کا حکم نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر، انصاف سے آگے بڑھ کر شرافت و مروت اور حسن سلوک کرنے کا حکم ہمیں دیا گیا ہے، بتایئے! جو باحیثیت لوگ ہیں کیا وہ صرف دال، چاول، روٹی ہی پر اکتفاء کرتے ہیں؟ دال روٹی سے پیٹ بھر جائیگا۔ لیکن چاول کچھ قیمہ، چٹنی، کباب، جسکی جیسی پسند ہوتی ہے، حیثیت ہوتی ہے ویسی رکھتا ہے وہ، کیوں؟ اسلئے کہ اپنے کھانے کو حسین بنانا چاہتا ہے، اسی طرح والدین

کیساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ معاملہ میں حسن ہونا چاہئے، اور میں آپ سے کیا عرض کروں کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے کا اتنا حکم ہے قرآن مجید کی آیتوں میں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں، صلہ رحمی کے اتنے فضائل، اور قطع رحمی پر اتنی وعیدیں آئی ہوئی ہیں کہ آپ اگر ایک سرسری نظر ڈال لیجئے، اب تو کمپیوٹر آ گیا ہے، کمپیوٹر میں حدیثیں آ گئی ہیں، اگر آپ حقوق الوالدین کی بٹن دبا دیجئے تو آپ چونک جایئے گا کہ کیا ہو رہا ہے، اور ہم کہاں پڑے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو شخص اپنی عمر میں اپنی زندگی میں برکت چاہے اس کو چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے، اسلئے کہ رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک بہت دل گردہ کا کام ہے، اسلئے کہ انہیں سے اذیت بھی پہنچتی ہے انہیں سے تکلیف بھی پہنچتی ہے، لیکن کیا کیجئے گا مرنے کے بعد انہیں سے میراث بھی ملیگی، اور انہیں کو میراث بھی ملیگی، دوستوں کے ساتھ حسن سلوک تو آسان ہے لیکن رشتہ داروں کے ساتھ مشکل ہے۔ رشتہ داروں میں بھی مراتب ہیں۔ دور کے رشتہ دار، قریب کے رشتہ دار، ان کے الگ الگ مراتب ہیں (میں تو یہاں عنوانات آپ کو گنوا رہا ہوں)۔

اسلام میں حقوق خاص نہیں عام ہیں

اور آگے ارشاد فرمایا "والیتمی" اور یتیم، دیکھئے یتیم کا لفظ ہے، خوب یاد رکھئے غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں اسلام کی طرف سے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں جو حقوق بیان کئے گئے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر مومن کا لفظ یا مسلم کا لفظ حدیث شریف میں آیا ہے، ہم لوگ نہیں سمجھتے ہیں ایسا نہیں، بھائی کوئی فیصلہ اس وقت کیا جا سکتا ہے جبتک کہ پورے نصوص کو اور پورے مواد کو سامنے رکھا جائے، تب کوئی مسئلہ نکلے گا، تو علماء نے

تمام نصوص کو سامنے رکھ کر یہ نکالا، —— جسے میں نے ابھی بتایا تھا کہ مسلمان کی عزت و آبرو کی حرمت ایسی ہے جیسے اس کے خون کی حرمت اور جیسے اس کی مال کی حرمت، تو خالی یہ مسلمان کیلئے نہیں ہے بلکہ اس کی عزت و آبرو اور غیر مسلم کی عزت و آبرو اور مال بھی حرام ہے، دوسرے نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے —— اور یہ کتابوں میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے، اور ابھی حدیث سنائی تھی کہ اگر کوئی پڑوسی غیر مسلم ہے تو پڑوسی کا حق اس کو دینا ہے، پڑوسی کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے "قال مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ" (متفق علیہ مشکوۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۲) کہ جبرئیل (علیہ السلام) برابر میرے پاس آتے رہے اور پڑوسی کے بارے میں ہمیں تاکید کرتے رہے، اس قدر یہ تاکید کی کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں یہ پڑوسی کو وارث نہ بنادیں۔ کہیں کوئی ایسا حکم لیکر نہ آجائیں کہ پڑوسی بھی تمہارے میراث میں حصہ پائیگا۔ یہاں مسلم غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے۔ اصل میں ہم نے اسلام کے سمجھنے میں غلطی کے شکار ہوئے۔

یتیم کس کو کہتے ہیں؟

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یتیم کس کو کہتے ہیں؟ یتیم اس کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور بغیر باپ کے ہو، قرآن مجید میں یتامی کا لفظ ہے، یہ نہیں ہے کہ یتیم مسلمان ہی ہو، چاہے یتیم مسلمان ہو یا غیر مسلمان ہو سب کے ساتھ ہمیں وہ سلوک کرنا ہے، سب کے ساتھ سلوک نہیں بلکہ حسن سلوک کرنا ہے، یہ ایک الگ بات ہے یتیم ہونے کے ساتھ وہ مسلمان بھی ہے تو ایک حق اور بڑھ گیا۔ اور یتیم اور مسلمان ہونے کے ساتھ رشتہ دار ہے تو ایک حق اور بڑھ گیا۔ اور یتیم غیر مسلم کے ساتھ ہمیں حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کرنے پر گناہ گار ہوں گے۔ کرنے پر ہم اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

"والمساکین" غریب اور مسکین، غریب غرباء جن کو کہہ دیتے ہیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ یہاں پر بھی مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے، قید اگر ہے تو فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہے، زکوۃ کی رقم، ان کو نہیں دی جائیگی۔ لیکن حسن سلوک کرنے کا ہمیں حکم ہے، غریب ہے، مسکین ہے، مسافر ہے، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو ہمیں حکم ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔ اور ہمارے نہ کرنے سے اس کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے تو ہم گناہ گار ہوں گے۔

"والجار ذی القربی" وہ پڑوسی جو قریبی پڑوسی ہے، قریبی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ پڑوسی ہے اور پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ رشتہ دار ہے، یا پڑوسی ہے اور بہت قریب کا پڑوسی ہے، ہمارا اور اس کا مکان ملا ہوا ہے۔ آمنے سامنے ہمارا اور اس کا مکان ہے، تو کیا حکم ہے، حسن سلوک کرو۔ صرف اعتدال کی تعلیم نہیں ہے، اعتدال تو ہمیں سب کے ساتھ کرنا ہے، اس کے ساتھ تو ہمیں حسن سلوک کرنا ہے، بہت عمدہ طریقہ سے ہمیں اس کے ساتھ پیش آنا ہے، شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے اس کی حرمت ہمیں کرنی ہے۔

بدترین شخص

ایک حدیث شریف میں ہے "لا یدخل الجنة من لا یامن جارہ بوائقہ" (ریاض الصالحین باب حق الجار ص ۱۵۳) کہ وہ شخص بہت بدترین شخص ہے جس کے پڑوسی اس کی ہلاکت خیزیوں سے مطمئن نہ ہوں۔ چلا گیا سفر میں اب ڈر لگا ہوا ہے کہ ہما رپڑوسی ہمارے گھر والوں کو پریشان کریگا، پڑوسی ایسا ہونا چاہئے کہ اس اطمینان سے پڑوسی سفر کرے کہ ہمارے پڑوس میں جو لوگ ہیں وہ ہمارے گھر کی حفاظت کریں گے، ہمارے گھر کی نگہداشت کریں گے، ایک بات اور سن لیں ایک غلطی میں ہم اور مبتلا ہیں ـــــ مجھے معاف کیا جائے

کیونکہ یہ بات حق ہے اور حق ہی بات تو کہنے کے لئے بلایا جاتا ہوں —— پڑوسی میں جس طرح یہ نہیں دیکھنا ہے کہ مسلم ہے یا غیر مسلم اسی طرح یہ بھی نہیں دیکھنا ہے کہ امیر ہے یا غریب، ایسا نہیں ہے کہ بنگلہ والا کا پڑوسی بنگلہ والا ہی ہو گا اور اگر کوئی جھونپڑی والا ہو آپ کے بنگلہ کے پڑوس میں تو وہ آپ کا پڑوسی نہیں ہے۔ جو آپ کے پڑوس میں رہتا ہے چاہے وہ غیر مسلم ہو، چاہے وہ معیار زندگی کے لحاظ سے آپ سے کتنا ہی فروتر ہو، کتنا ہی نیچا ہو، آپ بنگلے والے ہی سہی اور وہ رکشہ والا ہی سہی، آپ اعلی تعلیم والے ہی سہی، وہ جاہل اور انپڑھ ہی سہی، آپ کروڑ پتی ارب پتی ہی سہی اور وہ دس روپیہ کا پتی بھی نہ سہی، لیکن وہ آپ کا پڑوسی ہے، وہ آپ کے پڑوس میں ہے تو آپ کا پڑوسی ہے اور اس کے وہی حقوق شریعت نافذ کرتی ہے جو ایک پڑوسی کے حقوق ہوتے ہیں یہ باتیں ہماری سمجھ میں کم آتی ہیں اسلئے کہ ہم اپنے لحاظ سے سوچتے ہیں، نہیں ہمیں اپنے لحاظ سے نہیں سوچنا ہے، ہمیں اپنی سوچ اور اپنی فکر شریعت کے سوچ کے موافق بنانا ہے۔

پڑوسی کی تین قسمیں

قرآن مجید کی اس آیت میں پڑوسی کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔ ایک پڑوسی وہ جو ذی القربی ہو، رشتہ داری کی وجہ سے قریب ہو، یا مسافت کے قرب کیوجہ سے قربت ہو، اور دوسری قسم یہ بتائی گئی کہ جو دور کا پڑوسی ہو، دور کا پڑوسی ہونے کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اسکا گھر دو تین گھر کے فاصلہ پر ہو، وہ بھی پڑوسی ہے، یا یہ کہ اجنبی ہے، رشتہ دار نہیں ہے، قریبی عزیز نہیں ہے، رشتہ کے لحاظ سے اجنبی ہے، دونوں اسکے اندر شامل ہیں، دیکھئے دوری بتلائی گئی لیکن اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ پڑوسی امیر ہو یا غریب ہو، امیری غریبی، تعلیم یافتہ ہونا یا نہ ہونا اس کا اعتبار نہیں ہے قریب ہونے کا اعتبار ہے، رشتہ دار ہونے کا اعتبار ہے، پڑوس میں ہونے کا اعتبار ہے، اور ایک تیسری قسم پڑوسی ہونے کی اور

ہے والصاحب بالجنب، پہلو کا ساتھی وہ ساتھی جو بغل میں ہے جیسے اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں تو جو جسکے بغل میں ہے وہ اس کا صاحب بالجنب ہے، ریل میں سفر کر رہے ہیں تو ہمارے سیٹ پر بغل میں جو بیٹھا ہوا ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے ہمارے مجلس کا ساتھی ہے، پڑوسی کی اس تیسری قسم میں شامل ہے، بس سے سفر کر رہے ہیں سیٹ پر جو بیٹھا ہوا ہے وہ ساتھی ہے، ہوائی جہاز پر سفر کر رہے ہیں سیٹ پر جو بیٹھا ہوا ہے وہ صاحب بالجنب ہے۔ وہ ہمارا ساتھی اور پڑوسی ہے۔ تو اس کے ساتھ بھی ہمیں حکم ہے کہ حسن سلوک کرو۔ دیکھا آپ نے کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کیا نوبت آرہی ہے یہ نوبت آرہی ہے کہ ریل میں سفر کرنا مشکل ہے، جب بیٹھ گیا، براج مان ہو گیا پھیل کر کے اگر موٹا تازہ ہوا۔ اگر دبلا پتلا کہیں جگہ پا کر گھس ہی گیا تو اس کو اپنی توں سے سے ہلا ہلا کر اتنا دبائیں گے کہ بیچارہ دب کر چوہیا بن جائے۔ اور یہ نہیں کہ غیر مسلم ہی کی یہ حرکات ہیں خود مسلمانوں کے اندر یہ حرکتیں پیدا ہوتی جارہی ہیں۔ آپ ہمیں ذرا یہ بتائیے اور غور کر کے ذرا تصور کیجئے کہ کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم گناہ کر رہے ہیں؟ اگر جگہ پائی ہے اور اس کو ہم زبردستی گھیرے ہوئے ہیں اور دوسرا شخص کھڑا ہوا ہے اور اس کو ہم نہیں بیٹھنے دے رہے ہیں۔ کسی کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ ہم حق تلفی کر رہے ہیں اور حق تلفی کے گناہ کے کا ہم ارتکاب کر رہے ہیں، مجلس میں کوئی شخص بیٹھا ہوا ہے اور ہم اس کو ایسی مختلف حرکتوں سے تکلیف پہنچا رہے ہیں، کس کو اس وقت خیال آتا ہے کہ ہم گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ شریعت پر عمل نہیں کر رہے ہو، عمل کرتے تو اس کا ثواب ملتا، مجلس کے ساتھی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ثواب ملتا، تو اس ثواب کو گنوایا ہم نے، اور دوسری طرف کیا کیا ہم نے کہ گناہ کا بھی ارتکاب کیا۔

اپنے ساتھی کو اذیت دینا گناہ ہے

ایک حدیث کا واقعہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ صاحب بالجنب یعنی مجلس کے ساتھی کی کس قدر شریعت میں اہمیت بتلائی گئی ہے، اور کتنا اس پر نظر رہی ہے رسول اکرم ﷺ کی، ابتدائے اسلام میں بہت غربت تھی بہت افلاس تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اکثریت ایسے ہی لوگوں کی تھی کہ جن کے پاس ایک جوڑا کپڑا بھی پورا صحیح سالم نہیں تھا، عرب میں پانی کی قلت اور دشواری رہی ہے پانی بھی کثرت سے نہیں ملتا تھا، مسجد نبوی ﷺ جب مدینہ میں چھوٹی سی تھی۔ چھت بھی پختہ نہیں تھی، کچی تھی، جمعہ کے روز جب لوگ نہا کر نہیں آتے تھے، صحابہ کی اکثریت مزدور پیشہ، مزدوری کر کے چلے آئے، کپڑے بھی صاف ستھرے نہیں، ایک ہی کپڑا اسی میں دن بھر کام کریں۔ یہ نہیں کہ چلیں بھائی سول لائنس جانا ہے تو دوسرا جوڑا اور چوک جانا ہے تو تیسرا جوڑا، گھر میں رہنا ہے تو چوتھا جوڑا، دعوت کھانے جانا ہے تو پانچواں جوڑا، ایسا تو تھا نہیں، ایک ہی جوڑے میں سارے کام کرنے تھے، تو جمعہ کے روز جب لوگ جمع ہو جاتے تھے تو پسینہ کی وجہ سے ایک مہک، بھبھک سی اٹھتی تھی جس سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچتی تھی، اب تو لوگ اے، سی، میں سفر کرنے لگے ہیں اسلئے اندازہ نہ ہوگا لیکن ہم جیسے غریبوں کو اندازہ ہو جاتا ہے جب کہ گاڑی کے کسی ڈبہ میں پھنس جائیں۔ غرض یہ کہ جب گندے کپڑے ہوں، اور گرمی بھی ہو تو بدبو پھیلتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ ایک دوسرے کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے، اہل اسلام اللہ کا نام لینے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ کی عبادت کرنے کیلئے جمع ہیں، وہاں پر جگہ بھی چھوٹی ہے، تنگ ہے، تو اب اذیت ہو رہی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، بھائی دیکھو جمعہ کے روز غسل کر کے آیا کریں، کپڑے دھو لیا کریں، جس کے پاس جو

کپڑا عمدہ ہو اس کو پہن کر آیا کریں، کسی کو خوشبو مل جائے تو خوشبو مل لیا کریں، تیل مل جائے تو تیل لگالیا کریں۔ یہ تاکید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، چنانچہ بعض علماء کے نزدیک جمعہ کے روز غسل کرنا واجب ہے، سنت تو سب کے نزدیک ہے، تاکیدی سنت سب کے نزدیک ہے، لیکن بہت سے علماء کے نزدیک جمعہ کے روز غسل کرنا واجب ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی کہ لوگ نہا کر آئیں، صاف ستھرے کپڑے پہن کر آئیں، جس کے پاس جو خوشبو ہے اس کو لگا کر آئیں، یہ تعلیم ہمیں کیوں دی؟ اسلئے کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہنچے، اتنی بھی اذیت نہ پہنچے حکم ہوا " **من اکل هذ الشجرة** يعنی الثوم. **فلا یقربن مسجدنا** وفی روایة **فمن اکلهما فلیمتهما طبخاً**" (باب نهی عن اکل ثوما... ریاض الصالحین ص ٦٤٦) جو پیاز اور لہسن کھالے وہ مسجد میں نہ آئے، اور فرمایا کہ اگر کسی کو اس کا کھانا ضروری ہی ہو تو اس کو آگ میں پکا کر اس کی بدبو مار کر تب کھائے، یہ کیوں حکم ہے؟ تاکہ دوسرے کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچے۔

حقوق العباد کی اعلیٰ تعلیم کی ایک اعلیٰ نظیر

آپ جانتے ہیں نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی کس قدر تاکید ہے، اس قدر تاکید ہے کہ اکثر ائمہ کے نزدیک جماعت واجب ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب تو نہیں ہے لیکن امام ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ قریب واجب کے ہے، اور بعض علماء کے نزدیک بلا جماعت کے نماز ہی نہیں ہوتی، اتنا تاکیدی حکم ہے جماعت کا، اب ذرا سنئے اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر سنیئے گا، علماء نے لکھا ہے اور اپنی طرف سے نہیں نصوص اور احادیث سے غور کر کے اور نکال کر کے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ جس کے منہ میں بدبو کی بیماری ہو، ــــ بعض لوگ ہوتے ہیں ان کو بیماری ہو جاتی ہے، ان کے منہ میں بدبو رہتی ہے کہ اگر بیٹھ

جائیں تو ادھر ادھر بدبو پھیل جاتی ہے اس کو "بخر" کی بیماری کہتے ہیں ـــــ تو علماء کہتے ہیں کہ اگر یہ کسی کو ہو تو وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لے، مسجد نہ جائے، اسلئے کہ دوسرے مقتدیوں اور نمازیوں کو اس سے اذیت اور تکلیف پہنچے گی فرمایئے؟ آپ کا مذہب تو وہ مذہب ہے اور آپ کا دین تو وہ دین ہے جس نے کسی کی غیر اختیاری طور پر بھی، غیر اختیاری سبب سے پیدا ہونے والی اذیت کو بھی برداشت اور گوارا نہیں کیا اور یہ کہا گیا کہ اپنے اختیار کو استعمال کر کے دوسرے کو اذیت سے بچاؤ، یہ آپ کے دین کی تعلیم ہے۔ کیا اس سے بھی بڑھکر حقوق العباد کی تعلیم کی کوئی نظیر پیش کی جا سکتی ہے؟ اس سے بڑھ کر بھی آپس میں حقوق کی رعایت کی کوئی تعلیم ہے؟ اور علماء اور بزرگوں نے اور جو واقعی دین پر عمل کرنے والے ہیں اور جن کو واقعی متقی اور پرہیزگار کہنا چاہئے اس پر عمل کر کے دکھلایا ہے۔

تو دوسرے کو اذیت سے بچانے کی خاطر، ابھی ابھی میں نے دو چار روز ہوا اخبار میں پڑھا ہے کہ ایک صاحب بس پر سفر کر رہے تھے، متشرع، کرتا پائجامہ، داڑھی ٹوپی والے، بھیڑ بھاڑ بہت تھی، راستہ میں کوئی خاتون بس پر سوار ہوئیں، بچہ لئے ہوئے، اور یہ صاحب بھی پچاس پچپن کے پیٹے میں تھے، وہ بچہ لئے کھڑی تھی، یہ دور بھی تھے، کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اس عورت کو بلا کر اپنی جگہ بیٹھایا اور یہ کہا کہ یہ کمزور ہے اسکے ساتھ بچہ بھی ہے، ہم کھڑے کھڑے سفر کر لیں گے، اور جوان ہٹے کٹے بھی لوگ موجود تھے ان کو یہ توفیق نہیں ہوئی، تو آپ یہ بتایئے کہ ہم بحیثیت مسلمان ہونے کے اور اس حیثیت سے کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ ہم دوسروں کو آرام پہنچائیں اور ان کو تکلیف اور اذیت سے بچائیں اور خود ہم اس اذیت کو برداشت کر لیں اور گوارا کر لیں، اگر اس نقطۂ نظر سے ہم اس بات کو لوگوں کے سامنے پیش کریں تو کیا اعلیٰ درجہ کی تبلیغ اور دعوت اسلام نہ ہو گی؟ لیکن ہمارے اوپر بھی نفع اور ضرر کا جو سودا سما گیا ہے،

مسلط ہو گیا ہے وہ غیروں کی خصوصیت ہے۔

ہم مسلمانوں کو یہ کہا گیا ہے کہ تمہاری نظر آخرت پر ہونی چاہئے، آخرت کے سودے پر ہماری نظر رہنی چاہئے۔ اور اگر آخرت کو مدنظر رکھ کر کام کرو گے، اقدام کرو گے تو دنیا تو تمہارے پاس ویسے ہی آجائیگی۔ شاعر کہتا ہے۔

اس نفع وضرر کی دنیا میں یہ ہم نے لیا ہے درس جنوں
اپنا تو زیاں تسلیم مگر اوروں کا زیاں منظور نہیں

(جگر)

یہ ہے اسلام کی تعلیم، اسلام کی تعلیم مسلمان کے اندر یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ اس کو اپنا نہیں بلکہ دوسرے کے آرام و تکلیف کا خیال رہتا ہے، بات تو کہنے کی بہت باقی ہے لیکن وقت بہت ہو چکا ہے اسلئے آیئے اب اللہ تعالی سے دعا کیجئے کہ وہ ہم کو اس کے سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مختصر تعارف

دار العلوم مرکز اسلامی راجہ پور الہ آباد

علم دین کی اہمیت و فضیلت اور دینی تعلیم کی ضرورت ایک نا قابل انکار حقیقت ہے حدیث شریف میں ہے ''طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم'' علم (دین) کا طلب کرنا ہر مسلمان پر (مرد ہو یا عورت) فرض ہے، یہ مدارس اسلامیہ ہی ہیں جن سے علم دین اور کتاب وسنت کی ترویج و اشاعت اور تبلیغ و دعوت الی اللہ کا کام وابستہ ہے۔ ادارہ دار العلوم مرکز اسلامی ایک خالص علمی و دینی ادارہ ہے جو ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء سے برابر طالبان علم کو علوم دینیہ سے سیراب کر رہا ہے۔ اللہ تعالی اسکی ترقی کیلئے سہولتیں اور آسانیاں پیدا فرمائیں۔ (آمین)

اپنے محدود ترین وسائل کے باوجود فی الحال ادارہ درج ذیل شعبوں میں دینی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے:۔

۱ پرائمری درجات اور مکتب کی تعلیم جس میں انگلش ہندی اور کانونٹ اسکولوں میں زیر تعلیم بچوں اور بچیوں کیلئے معیاری جز وقتی دینی تعلیم کا بھی نظم ہے۔

۲ درجہ حفظ و تجوید جس میں بفضلہ تعالی طلبہ کلام مجید اصول تجوید کے مطابق حفظ کرتے ہیں۔

۳ درس نظامی کے مطابق عربی و فارسی درجات، اور زیادہ عمر نیز کم فرصت والے طلبہ کیلئے ایک تین سالہ مختصر نصاب (حسب تجویز حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ)۔

۴ دار الافتاء، جسکے ذریعہ زبانی اور تحریری استفتاجات کے جوابات دئے جاتے ہیں۔

۵ تبلیغ و دعوت، مرکز کے علماء کرام مختلف مقامات پر حسب موقع تبلیغ و وعظ کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔

۶ شعبہ کمپیوٹر، جس میں کمپیوٹر کی بہترین تعلیم دی جاتی ہے۔

۷ نشر و اشاعت، بفضلہ تعالی اب تک کئی دینی و اصلاحی کتابیں، رسالے اور اشتہارات شائع ہو چکے ہیں۔

۸ ہر اتوار کو عصر سے مغرب تک تفسیر کلام مجید اور درس حدیث کا پروگرام ہوتا ہے۔

نادار طلبہ کے قیام و طعام، دوا اور کتابوں وغیرہ کی کفالت بھی کی جاتی، یہ تمام اخراجات اہل خیر اور عام مسلمانوں کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں، یہ ادارہ زکوۃ وصدقات، چرم قربانی اور آپ کے گرانقدر عطیات کا قابل اعتماد اور بہترین مصرف ہے۔

دار العلوم مرکز اسلامی کا تعاون فرما کر عند اللہ اجر جذیل کے مستحق ہوں، چیک، ڈرافٹ اور منی آرڈر بھیجئے نیز مراسلت کا پتہ:۔

(حضرت مولانا) سید محمد غیاث الدین (صاحب) مظاہری

ناظم مرکز اسلامی ۴/۱ اے ۵۴۸ راجہ پور (اونچوا) الہ آباد۔ یوپی انڈیا

قابل مطالعہ اور اہم کتابیں

مولانا سیّد محمد غیاث الدین صاحب مظاہری کے قلم سے

اسلامی عقائد (عقیدۃ الطحاوی کی اردو شرح) امام ابو جعفر طحاویؒ کے اس رسالہ عقیدہ کی مکمل تشریح جس میں بقول امام سبکیؒ وہی عقائد بیان کئے گئے ہیں جن پر امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور علمائے اسلام کا اتفاق ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک مسلمان کو کیا عقیدے رکھنے ضروری ہیں، آپ کی معلومات میں ضروری اضافہ کیساتھ آپ کی بہت سی ذہنی الجھنوں اور شکوک اوہام کا علاج بھی اسمیں موجود ہے۔

البلاغت علم بلاغت کے موضوع پر ایک معرکۃ الآرا تصنیف، اردو زبان میں اپنے انداز کی پہلی کتاب، عربی مثالوں کے ساتھ ساتھ اردو کی مثالوں سے بھی اصطلاحات و مسائل فن کی تفہیم و تسہیل، طلبہ اور اساتذہ کیلئے ایک بیش بہا تحفہ۔

امثال القرآن علامہ ابن القیمؒ نے قرآنی مثالوں کو یکجا کر کے انکی توضیح و تشریح کی ہے، ایک مفید علمی اور قرآنی معلومات سے لبریز رسالہ، اردو کے قالب میں پہلی بار

لذت سحر مظاہر حق کے مصنف نواب قطب الدین خانؒ صاحب کی کتاب ''ناشتۃ اللیل'' کی سلیس اردو میں تسہیل، جس میں تہجد کے فضائل و احکام بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کو پڑھ کر لذت نیم شبی اور آہ سحر گاہی کے حصول کا جذبہ کروٹیں لینے لگتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرفعلی تھانویؒ کے حالات زندگی اور آپ کے ارشادات و تعلیمات کا خلاصہ سلیس انداز میں پیش کیا گیا۔

گلدستہ تقریر کلمہ طیبہ، [illegible] حج بنیاد اسلام کے علاوہ ضروری اور اصلاحی معلومات پر مختصر اور نافع تقریروں کا مجموعہ۔

تحفہ خطابت اسلام کے تین بنیادی عقائد، توحید، رسالت اور آخرت کے علاوہ سیرت کے موضوع پر مختصر، مفید اور مؤثر تقریر کا مجموعہ۔

تعلیمات سیرت حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک سہل اور مفید کتاب، مدارس کے طلبہ کیلئے ایک قیمتی تحفہ۔

میں نماز کیوں پڑھتا ہوں

تسہیل الاصول اصول فقہ کے موضوع پر ایک آسان اور مفید کتاب۔

توبہ اور استغفار توبہ اور استغفار کے موضوع پر ایک مفید وعظ۔

حقوق العباد بندوں کا بندوں پر کیا حق ہیں، کے موضوع پر لوگوں سے خطاب۔

سنت و بدعت (حقائق اور واقعات کی روشنی میں) امت مسلمہ کیلئے ایک قیمتی تحفہ۔

MAKTABA AL ASHRAF
548- A/4 RAJAPUR ALLAHABAD